مدح انسیہ حورا حضرت فاطمہ زہراؑ

خطیبِ اعظم کلیم اہلبیتؑ علامہ سید سبط حسن صاحب فاطرؔ جائسی

یہ کس گلشن سے آتی ہے نسیمِ انبساط افزا　　دماغ و دل میں ساری ہے شمیمِ عنبر سارا
دماغ و دل کا کیا مذکور کل عالم مہکتا ہے　　حباب آسماں اک عطرداں ہے اس کی نگہت کا
فلک کا رنگ دودی ہے بخور روح افزا سے　　جبھی تو کاسۂ خورشید پر مجمر کا ہے دھوکا
عرق میں شرم کے ڈوبے کھلے فرطِ مسرت سے　　گل تر ہوگئے غنچے زہے خوشبوئے حیرت زا
اسی بادِ مسیح انفاس کی معجز نمائی سے،　　رگ گل بن گیا ہے خامۂ جادو رقم میرا
فزوں ہے دامنِ قرطاس دامانِ گلستاں سے　　ہے بو غنچوں میں مخفی یا چھپے ہیں لفظ میں معنیٰ
اگر پھولوں سے کم ہیں دائرے میری کتابت کے　　صریر کلک میں پھر کیوں ہے صوت بلبل شیدا
ابھی آ جائے بینائی کی قوت چشم نرگس میں　　اگر پتلی کی جا رکھ لے وہ میرے حرف کا نقطہ
خراماں ہو ابھی سروِ گلستاں کا قدِ موزوں　　عصائے دست اگر ہوئے الف میری کتابت کا
ہوا ہے یہ وہی، دامن میں جس کے بس کے پھولوں نے　　رہی دنیا میں شب بھر، نام لیکن کرلیا پیدا
ثناء نے اس کی گلزار وصدف کا حسن بخشا ہے　　زباں سے پھول جھڑتے ہیں برنگ لولوءِ لالا
نباتات زمیں میں ایسی خوشبو ہو نہیں سکتی　　دماغ دہر نے اب تک جسے ہرگز نہیں سونگھا
فلک کے سات پردے توڑ کے یاں تک شمیم آئی　　مگر رضواں نے شاید بابِ فردوس بریں کھولا
تعجب تھا کہ کیوں کلیاں چٹکتی ہیں گلستاں میں　　یہ اب سمجھے کہ ہے صل علیٰ میں محو ہر غنچا
خبر پھولوں کی لے بلبل ذرا صحنِ گلستاں میں　　گرے پڑتے ہیں جو شاخوں سے شاید ان کو غش آیا
وقارِ عالم ایجاد اب حد سے زیادہ ہے　　ہے گلشن جنت عالم، ہے صحرا گلشن دنیا
یہ مانا مشک اپنی بو میں پھولوں سے زیادہ ہے　　غزالِ چیں کا خوں عطر چمن سے بڑھ گیا تو کیا
خیالِ نافۂ آہوئے چیں اس بو سے آتا ہے　　نظر اِس بو سے آتا ہے گلِ فردوس کا چہرا
وہ بوے خون آہو ہے، یہ بوئے خون مرسل ہے　　پسینے سے ہو جس کے وَرد اس کے خوں کا کیا کہنا
گیاہِ دشتِ چیں ہے اس کے خون و جسم میں شامل　　ہے شامل اِن کے جسم و خون میں سیب جنت الماوا
یہی سیب جناں ہے اصل بستانِ امامت کی　　اسی کی آب سے چمکا ہے نور فاطمہؑ زہرا

یہی وہ گل ہے جس کو سونگھ کر احمد یہ کہتے تھے
مری بیٹی سے آتی ہے شمیم دوحۂ طوبیٰ

مثالِ آئینہ ہوں دنگ حیرت کا ہے یہ نقشا
کدھر ہے فیضِ جاری کر دے میری طبع کو دریا

قلم طوبیٰ کا منگوا دے ورق خورشید کا لا دے
سیاہی میں مری حل کر سواد دیدۂ حورا

ورق خور کا سواد دیدۂ حورا جو پاجاؤں
دکھا دوں ہاتھ میں قرطاس لے کر نور کا تڑکا

کشش ایسی زمین صفحۂ قرطاس دکھلائے
اتر آئے فلک سے بن کے ذرہ کوکب زُہرا

شرف ہو بیسویں تاریخ کو کیونکر نہ عالم میں
ہوئی ہیں آج ہی پیدا جناب فاطمہ زہراؑ

خدیجہ لے کے گودی میں نہ کیوں اس نور کو خوش ہوں
جہاں میں جس کی دائی ہوں جناب مریم و سارا

دکھایا جس کی پیدائش نے اعجاز مسیحا کو
دوبارہ جی اٹھیں جس کے سبب سے مادر عیسیٰ

زبانِ کلک اس صورت سے اب مطلب پہ آتی ہے
کتاب معتبر میں حال پیدائش ہے یوں لکھا

قریشی عورتوں کو یاد فرمایا خدیجہ نے
ہوا جب سیدہ کی والدہ کو درد زہ پیدا

کیا انکار آنے سے ہر اک نے یہ سخن کہہ کر
انھیں ہے ہم سے کیا مطلب ہمیں ان سے علاقہ کیا

انھوں نے عقد اپنا کرلیا اک مرد مفلس سے
بہت کچھ ہم نے سمجھایا مگر کہنا نہیں مانا

ہمارے دل پہ سب ہیں نقش نافرمانیاں ان کی
جو رد کردے ہماری بات ہم کو اس کی کیا پروا

یہ باتیں بے وفائی کی سنیں جس دم خدیجہ نے
دل پر غم میں درد اٹھا کہ ایسا سخت غم کھایا

وہ طعن و طنز کا صدمہ وہ درد زہ وہ تنہائی
گھٹا غم کی جو چھائی تھی نظر کوئی نہ آتا تھا

اسی حالت میں سر کو خم کئے بیٹھی تھیں حیرت میں
کہ ناگہ عورتیں چار آگئیں دروازہ کرکے وا

ہر اک تھی قدرتِ بیچوں ہر اک کا رنگ گندم گوں
بہت ملتا تھا ہاشم کے گھرانے سے قد و بالا

یکا یک ان کے آ جانے سے اس وحدت کے عالم میں
خدیجہ ڈر گئیں قلب مبارک خوف سے کانپا

پریشانی کو ان کی دیکھ کر ان میں سے اک بولی
نہ ڈریے ہم خدا کے بھیجنے سے آئے ہیں اس جا

بہن ہو تم ہماری خوف کھانا ہم سے بیجا ہے
یہ بی بی آسیہ ہیں اور وہ ہیں خواہر موسیٰ

تمہاری خدمتوں کے واسطے جنت سے آئی ہیں
یہ مریم مادر عیسیٰ ہیں میرا نام ہے سارا

یہ کہہ کر ان میں اک پیچھے گئی اک سامنے بیٹھی
چپ و راس آکے باقی بیبیوں نے جلوہ فرمایا

ہوئیں پیدا جناب فاطمہؑ ان کی اعانت سے
تھا سب کو افتخارِ خدمتِ صدیقۂ کبریٰ

زمیں پر آتے ہی پہنچی تجلی بامِ گردوں پر
بہن نے نور وہ دیکھا جو موسیٰ نے نہ دیکھا تھا

نہ باقی تھا کوئی حصہ نہ مشرق میں نہ مغرب میں
ہوئیں مکہ میں گو پیدا مگر یہ نور تھا ہر جا

ہر اک کی آنکھ خیرہ کرکے نور پاک کہتا تھا
جناں سے آئیں دس حوریں بحکم حضرت باری
لئے تھیں ساتھ آب طاہر سرچشمۂ جنت
ڈبوئے دیتی تھی گردوں کو موج اس کی تجلی کی
یونہی چھلکے گا یہ پانی یونہی تڑپے گا اس کا دل
صفائے آب و ابریق جناں سے کچھ نہ تھا ظاہر
پڑا یہ آب طاہر گوہرِ دریائے عصمت پر
تجلی دیکھ کر اس آبِ گوہر تاب جنت کی،
بناکر فاطمہ کو فرد، دی یہ آبرو اس نے
عجب کیا ہے یہ طوبیٰ سایہ افگن ہو دو عالم پر
زباں اس کی ثنا کیا کر سکے جس کی زیارت کو
وہ مریمؑ جس کا بیٹا پیشوائے عیسیٰ مریمؑ
وہ حورا جس کی خلقت باعث ایجاد جنت تھی
اسی سے آسیہ کو آسماں سمجھی زمیں برسوں
نہ سکہ اس کی رفعت کا دلوں پر کس لئے بیٹھے
وہ ماں جس نے تمامی عورتوں سے پہلے عالم میں
خدیجہ طاہرہؑ جس نے نباہی یوں پیمبرؐ سے
پدر وہ جس کے نام پاک سے کرسی کو زینت ہے
وہ زور آور کہ جس نے پشت گیتی پر کھڑے ہو کر
شب معراج ہے جس کی ثنا کا اک لکھا دفتر
وہ شوہر نام جس کا مصحف ناطق ہے عالم میں
وہ گردوں آستاں، جس نے برائے طاعت یزداں
وہ بیٹے گوشوارے ہیں جو گوش عرش اعظم کے
وہی سردار ٹھہرے خلد کے سب نوجوانوں کے
ہوئے دونوں امام اک فاطمہؑ کا دودھ پینے سے

کرو بند آنکھ اپنی میں ہوں نور فاطمہ زہراؑ
ہر اک کے ہاتھ میں ابریق و طشت جنت الماویٰ
جھلک سے آب کوثر کی ضیا بھی تھی تہ و بالا
خدا کی شان اس کوزے میں در آیا تھا یہ دریا
نہائے قرۃ العینؑ نبی تب ہو جگر ٹھنڈا
ہے آب ابریق میں یا آب میں ابریق ہے پیدا
یوں ہی تھا با صفا موتی، بڑھی آب اور سو حصا
بڑھی یہ حرص منھ میں طشت کے پانی اتر آیا
جو جان گوہر نایاب عالم تھا وہی بھیجا
نہال تازۂ احمد کو آب خلد سے سینچا،
جناں کو چھوڑ کر کوثر کا پانی خاک پر اترا
وہ بی بی آیۂ تطہیر جس کی شان میں آیا
وہ حوا جس کا شوہر باعث تعظیم آدم تھا
اسی سے چرخ گردوں نے یہ گردش کا سبق کا سیکھا
محمدؐ سا نبی جس کے لئے تعظیم کو اٹھا
رسولؐ حق کے ہاتھوں زیور اسلام و دیں پہنا
کہ اپنی زندگی بھر تو نہیں بھولے شہ والا
نگیں جس کا سلیماں سے سوا اقلیم میں نکلا
سپر کو بدرؔ کی انگشت کی تلوار سے کاٹا
صباح گلشن فردوس جس کے نور کا جلوا
بحکم رب جو گھر میں حق کے قرآں کی طرح اترا
اشاروں میں نگہ کی طرح سے خورشید کو پھیرا
وہ دُر ایسے جو دو ہونے پہ بھی تھے دہر میں یکتا
نہ نکلا خلد میں کوئی حسینؑ ایسا حسنؑ ایسا
بیاض شیر میں شامل مگر نور امامت تھا

انہیں بیٹوں کی یہ ماں ہے کہ جنکی مدح کرتا ہوں
یہ دونوں جس کے موتی ہیں وہی کوثر ہے یہ دریا
جہاں میں آکے بھی جنت کے باشندوں میں شامل ہیں
جبھی تو مصطفیٰؐ فرماتے تھے انسیۂ حورا
جبین فاطمہؑ کی ضو پہنچ جاتی تھی گردوں تک
جبھی تو نام رکھا تھا رسولؐ اللہ نے زہراؑ
وہ عصمت دار جو محشر میں بھی ہودج میں آئے گی
نظر کی تاب کس میں تھی مگر پھر بھی کیا پردا
ہماری مغفرت کی سیکڑوں راہیں نکالی ہیں
ہے تب تو راہ جنت آپ کی چادر کا ہر رشتا،
مقابل میں جلال و اقتدار بنت احمدؐ کے
کہاں وہ ہوگیا سارا عروج مریمؑ وحوّا
فقط حیدرؑ تھے مثل ان کے جبھی تو بعد شادی کے
علیؑ کے روئے نورانی کے آئینہ میں منھ دیکھا
رسولؐ اللہ کا انداز تھا بیٹی کے چلنے میں
جدھر سے خلق غافل تھی اسی جانب کو تھا سایا
فلک کے اوج کو نسبت ہے کیا زہراؑ کی رفعت سے
ہے گردوں سے کہیں اونچا نبیؐ کی آنکھ کا تارا
ثنا بیٹی کی احمدؐ کر گئے جو بس وہی حق ہے
حجاب نور حائل ہے نظر آتا ہے مجھ کو کیا
سفینہ فکر کا ساحل تلک فاطرؔ نہ آئے گا
یہ کشتی روک بِسْمِ اللّٰہِ مَجْرٖھَا وَ مُرْسٰھَا

نوٹ:- علامہ نے یہ قصیدہ چودہ برس کی عمر میں کہا تھا۔

درسِ عمل

ابوالمعارف مولوی سید دلدار علی رازؔ اجتہادی مرحوم

گر نہیں جینے کی خواہش مر ہی جانا سیکھیے
موت سے آنکھیں لڑا کر مسکرانا سیکھیے
دیجیے شیروں کی صورت ڈٹ کے جاں میدان میں
تان کر سینہ جگر پر زخم کھانا سیکھیے
غرق کردے ظلم کا بیڑا سمندر بن کے جو
قطرۂ خوں وہ رگِ جاں سے بہانا سیکھیے
ظلم سے اغیار کے گر بچنے کی ہمت نہیں
صبر سے خنجر کے نیچے سر جھکانا سیکھیے
اپنا حق لینے کی کوشش کیجیے مثلِ حسینؑ
تاج و تختِ کفر کو ٹھوکر لگانا سیکھیے
غرقِ دریائے ندامت خود ہو قاتل، ہے یہ شرط
زیرِ خنجر اس طرح گردن جھکانا سیکھیے
عار ہے راہِ عمل میں بیٹھ جانا ہو کے لنگ
مثلِ عباسؑ جری شانے کٹانا سیکھیے
حشر تک بھولے نہ دنیا آپ کا جوشِ شباب
مثلِ اکبرؑ قلب پر برچھی کا کھانا سیکھیے
لیجیے معصوم اصغرؑ سے شجاعت کا سبق
روک کے گردن پہ پیکاں مسکرانا سیکھیے
جو ہوائے کفر کے جھونکوں میں بھی روشن رہیں
کربلا والوں سے وہ شمعیں جلانا سیکھیے
رازؔ گردابِ بلا میں زورقِ اسلام ہے
ڈوب کے خود خون میں بیڑا بچانا سیکھیے